[illegible] سندھی

تاثرات

بیسویں صدی کا یہ حیرت انگیز واقعہ ہے کہ ایک ملک مذہبی بنیادوں پر اپنے دستور آئین کا نقشہ تجویز کر رہا ہے حالانکہ
مدت ہوئی کہ انسانی فکر اس گرفت سے آزاد ہو چکا۔ یہ دور خالص مادیت کا ہے۔ اس میں روحانی اور مذہبی اقدار کے پنپنے اور
فروغ پانے کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ مذہب ختم ہو چکا اور مادیت و جاذبیت کی تمام متوقع صلاحیتیں کھو چکا! مزید برآں علوم و فنون کے
ارتقاء نے انسانی ذہن میں یہ شعور اور بیدار پیدا کر دیا ہے کہ جس وضاحت اور معقولیت سے یہ معاشرہ کی گتھیوں کو سلجھا سکتا ہے،
مذہب اس پر قادر نہیں رہا کیوں۔ اس لئے کہ ان کے نقطۂ نظر سے مذہب اس دور میں پیدا ہوا جب انسان کا علم، فطرت اور انسان
کے بارے میں۔ بالکل ابتدائی اور سطحی تھا۔ جب زمین ساکن تھی اور ستارے اس کے گرد گھومتے تھے۔ جب انسان مظاہر قدرت کے مقابلہ میں
بہت کم درجہ رکھتا تھا۔ جب ہر چیز دیوتا تھی، اور انسان کی حیثیت صرف پرستار کی تھی۔ جب انسانی معاشرہ، قبیلوی حدود سے آگے
نہیں بڑھا تھا۔ جب مملکت کا مفہوم اس سے زیادہ نہیں تھا کہ ایک مطلق العنان بادشاہت کے سامنے ہر شخص کی گردن جھکنا چاہیئے
اور جب یہ باور کیا جاتا تھا کہ صرف ایک ہی آدمی ایسا علامہ ہو سکتا ہے کہ تمام امور سلطنت کو انجام دے۔ اور کوئی شخص اس میں اس کا
شریک و سہیم نہیں! اور جب سوسائٹی نے اتنی پیچیدہ صورت اختیار نہیں کی تھی۔ اور صنعتی ارتقاء نے اقتصاد و سیاست کے نئے نئے
مسائل کو جنم نہیں دیا تھا — اور اب جبکہ انسانی علم و فضل نے ستاروں پر کمندیں پھینکی ہیں، فضاؤں کو مسخر کر لیا ہے، اور زمین سے لیکر
آسمان تک کی گہرائیوں کو چھان ڈالا ہے، اب جبکہ انسان کا موقف نہایت موقر اور محترم ہو گیا اور وہ کسی ماورا۔ طاقت و ذات کی
کارفرمائیوں اور دخل اندازیوں کو ماننے پر آمادہ نہیں۔ اور آج جبکہ معاشرہ کا ایک ایک پیچ کھل رہا ہے، اور انسانی علم و عرفان تمام حقائق
کو حیطۂ علم میں لا رہا ہے، اور عقلی و فکری انقلاب نے مسائل کو متعین نکات میں مرکوز کر دیا ہے۔ مذہب کو جو محض کم علمی اور کوتاہ نظری
کا نتیجہ ہے، کیوں یہ اعزاز بخشا جائے، اور کیوں اس کو تخت اقتدار پر بیٹھنے کی زحمت دی جائے، جب کہ انسان کی ذہنی طرفہ طرازیوں
نے اس کی ایک ایک بنیاد اور اساس کو غلط ثابت کر دیا ہے۔ اب مذہب کو پھر سے زندہ کرنے کی کوششیں نہ صرف یہ کہ بے کار
ہیں بلکہ رجعت پسندانہ ہیں — یہ ہیں وہ خیالات جو سطح ذہن پر فوراً ابھر آتے ہیں۔ جب کوئی یہ سنتا ہے کہ پاکستان تنود اور
[illegible] بلکہ اس مقدس میں بھی مذہب کو اتنی اہمیت دے رہا ہے۔ یہی نہیں اس نے یہ بھی طے کر دیا ہے کہ یہاں دستور و آئین کی عمارت
[illegible] کے مطابق تیار کی جائے گی۔ ہم ان لوگوں سے نہیں ہیں۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ جو حضرات سیکولر سٹیٹ کا نعرہ لگا رہے ہیں
[illegible] وطن نہیں۔ محض حق آسانیوں کے پیش نظر ایسا کر رہے ہیں یا مدعا یہ ہے وہ ان کی نیت یہ ہے کہ کسی

[illegible] موجودہ تعلیمات کو ترک نہیں کیا ہے۔ اس میں عقیدہ نہیں کہ خواہشات نفس کی [illegible] زندہ [illegible] کو روکنا آسان نہیں [illegible]
ہے۔ کہ موجودہ مادیت نے زندگی کا جو اسلوب متعین کر دیا ہے اس سے ہٹنا بہت دشوار ہے۔ تاہم یہ کہنا صحیح نہیں۔ کہ صرف یہی
محرکات کی راہ میں حائل ہے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ جب کوئی قوم کسی نصب العین کی صداقت کو دل سے تسلیم کر لیتی ہے اور اس کا قلب
و ذہن اس کی پناہ لینے میں حقیقی راحت و اطمینان محسوس کرتی ہے۔ تو پھر اس کو پروان چڑھانے اور کامیاب بنانے کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا
نہیں رکھتی۔ اصل بیماری یہ نہیں کہ موجودہ تمدن کی چکا چوند نے نظر و بصر کو ماؤف کر رکھا ہے۔ اصل بیماری یہ ہے کہ مذہب کے بارہ میں
موجودہ ذہنوں میں عظیم غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ اس دور کا انسان جب مذہب پر غور کرتا ہے تو اس کے سامنے مذہب کا وہ تصور ہوتا ہے
جس پر یونانی بت پرست قومیں عمل پیرا تھیں۔ یہ یونانی اصنام میں تسکین و تشفی کی راہیں ڈھونڈتا ہے۔ ہندوستان میں دیو مالا میں سچائی
کی تلاش کرتا ہے۔ اور جنگلی اور وحشی قوموں کے عقائد و رسومات میں حقیقت کا کھوج لگاتا ہے۔ اور اگر اس سے آگے بڑھتا ہے،
تو مذہب کے اس تصور پر جا کر رک جاتا ہے جس کو بائیبل نے پیش کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب مذہب کے ان نمونوں کو سامنے رکھ کر
کوئی رائے قائم کی جائے گی۔ تو وہ یہی ہوگی۔ کہ اب اس کو دوبارہ زندہ نہیں ہونا چاہیئے بلکہ ایسے مذہب کو زندہ کرنے کے معنی
یہ ہوں گے کہ ہم میں زندگی کا کوئی صحیح تصور موجود نہیں! اسلام کو ان مذاہب پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں
کہ پاکستان میں اسلامی دستور و آئین نافذ ہوگا تو اس سے مراد یہ فرسودہ ضعیاتی اور رجعت پسندانہ نظام حیات نہیں ہوتا، بلکہ ایک ایسا
نظام فکر و عمل مقصود ہوتا ہے جس نے انسان کو تخلیق و ارتقاء کی آخری کڑی قرار دیا ہے۔ جو زندہ اور سدا بہار سچائیوں کا دوسرا نام ہے
جس نے ایک متوازن اور ترقی پذیر معاشرہ کی بنیاد رکھی ہے۔ جو انسانی فضیلت و شرف کا معیار نام و نسب کی بلندیوں کو نہیں ٹھہراتا۔ اور
اس کے اصل اور حقیقی جوہر کا اندازہ سیم و زر کی فراوانیوں سے نہیں لگاتا بلکہ اس کی ذہنی و عملی خوبیوں کو اس کا مابہ الامتیاز مانتا ہے
جو ایک خدا کو مانتا ہے۔ لیکن ایسے ایک خدا کو تسلیم نہیں کرتا جو بت پرستی کی ذہنی تجرید سے تعبیر ہے۔ اور جس کو فی الواقع انسانی ذہن نے
پیدا کیا ہو بلکہ ایک ایسے حی و قیوم خدا پر ایمان رکھتا ہے جو کبھی بت پرستی کی شکل میں ظاہر نہیں ہوا۔ اور جس کی توحید صرف ایک عقیدہ ہی
ہی نہیں بلکہ فکر و منطق کا ایک سانچہ بھی ہے۔ اور کردار و اخلاق کا ایک نہایت اونچا پیمانہ بھی ہے۔ کائنات کے متعلق اس کا تصور
جامد نہیں۔ اس میں تمام انکشافات اور علوم کی گنجائشیں ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ یہ ارتقاء کو تسلیم کرتا ہے۔ اس کی بنیاد ایک مختصر اور جامع
حقائق پر ہے کہ اگر انسان کائنات کے ایک ایک ذرہ کو دریافت کرتا چلا جائے۔ تب بھی اس کی پیش کردہ صداقتیں مجروح و متاثر نہ ہوں
یہ صحیح ہے کہ یہ عہد ماضی میں ظہور پذیر ہوا مگر اس کی تعلیمات میں ایسی لچک ہے کہ یہ ہر نئے تغیرات کے پہلو بہ پہلو چل سکتا ہے۔ اس
میں بادشاہت کے لئے کوئی جگہ نہیں مطلق العنانی اور ایسا اقتدار کہ جس پر پابندیاں نہ عاید کی جا سکیں۔ اس کے ہاں شرک سے کم درجہ
کی معصیت نہیں۔ یہ [illegible] قانون کی حدود میں اس اصول کو صحیح سمجھتا ہے۔ کہ انسانی معاشرہ کی خصوصیات بدلتی رہیں گی اور ان کے نئے
اور مسائل پیدا ہوتے رہیں گے۔ لہٰذا یہ قطعی جائز اور ضروری ہے کہ جب ہم آئین بنانے کا ارادہ کریں تو اس حقیقت کو پیش نظر
رکھیں [illegible] ان مسائل و مشکلات کو اس طرح حل کریں کہ اس سے [illegible] تصادم نہ ہو [illegible]

کا حامی نہیں ہے اور نہیں چاہتا کہ مفلس ہمیشہ مفلس رہیں۔ اور امراء ہمیشہ داد عیش دیتے رہیں۔ اس کا [illegible] کا اصول یہ ہے کہ یہ دبیز تفریقات حتی الامکان کم کی جائیں۔ اور ہر شخص کو موقع دیا جائے کہ پورے نفسی اطمینان کے ساتھ معاشرہ کی ترقیات میں حصہ لے سکے۔

یہ ہے اسلام کا صحیح نقشہ۔ اور پاکستان اسی کے مطابق زندگی کا ایک تجربہ پیش کرنا چاہتا ہے۔ اہل مغرب نے دو تین صدیوں میں زندگی کی ایک طرح ڈالی ہے۔ اور بغیر کسی تعصب کے مان لینا چاہیئے کہ اس میں جاذبیت اور کشش کا کافی سامان پایا جاتا ہے۔ ساتھ ہی ایک خاص نظریہ کے تحت روس اور اس کے حلیف ممالک میں ایک نئی تہذیب اور تمدن کا تجربہ ہو رہا ہے۔ تسلیم کر لینا چاہیئے کہ اس کے بعض پہلو نہایت شاندار ہیں۔ لیکن ان دونوں تجربوں میں کچھ خلا سا ہے۔ ان میں آدمیت کے روحانی نصب العینوں کو سمونے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ یعنی ان دونوں تہذیبوں میں ایک اصولی غلطی یہ رہ گئی ہے کہ ان میں انسان کو یا تو اس رنگ میں پیش کیا گیا ہے کہ وہ ایک ترقی یافتہ حیوان ہے۔ اور بس اور یا پھر وہ ایک کل پرزہ ہے۔ اسلام ایک تیسرے تجربہ کا نام ہے۔ یہ جس تہذیب کو دوبارہ یہاں نافذ کرنا چاہتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو نسبتہً زیادہ اونچا مقام بخشا جائے اور اس کے لئے ایسی ایسی سازگار فضا مہیا کی جائے کہ جس میں اس کی اندر کی خوبیاں بھی ابھاگر ہوں۔ اور اس کی زندگی کا پورا سانچہ ایسا ہو کہ اس سے کچھ اصول اور کچھ اقدار کا استنباط ہو سکے۔ ظاہر ہے کہ یہ تیسرا تجربہ جب تک عملی شکل اختیار نہیں کر لیتا۔ اس کے بارے شکوک و شبہات کی کشمکش دلوں میں رہے گی۔ لہٰذا ہمیں اس کی پرواہ کئے بغیر یہ کام کر گزرنا چاہیئے اور انتظار کرنا چاہیئے کہ وقت خود ان کے شکوک و شبہات کی تردید فراہم کر دے گا۔

اسلام کا نظریہ تاریخ

محمد مظہر الدین صدیقی

قیمت: تین روپے

اسلام اور رواداری

رئیس احمد جعفری

قیمت: چھ روپے

افکار ابن خلدون

مولانا حنیف ندوی

قیمت تین روپے آٹھ آنے

اسلام کا نظریہ اخلاق

محمد مظہر الدین صدیقی

قیمت: ایک روپیہ بارہ آنے

ملنے کا پتہ

ادارہ ثقافت اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور